Journal of World Religions and Interfaith
ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)
Vol. 3, Issue 2, Fall (July-December) 2024, PP. 60-77
HEC:https://www.hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Documents/Merged%20policy%20and%20recognised%20list%202024.pdf
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/203
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3212
DOI: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3212
Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title A research review of the religious and cultural importance of Baytullah in the Banu Umayyad period

Author (s): **Misbah Sajjad**
PhD Research scholar, Department of Islamic Studied, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur
Dr.Sobia Khan
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur.

Received on: 22 October, 2024
Accepted on: 10 December, 2024
Published on: 31 December, 2024
Citation: Misbah Sajjad, & khan, sobia. (2024). A research review of the religious and cultural importance of Baytullah in the Banu Umayyad period. *Journal of World Religions and Interfaith Harmony*, *3*(2), 60–77. Retrieved from https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3212

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

JWRIH 03:02 (2024) pp. 60-77 ISSN: 2958-9932

عہد بنوامیہ میں بیت اللہ کی مذہبی وثقافتی اہمیت کا تحقیقی جائزہ

A research review of the religious and cultural importance of Baytullah in the Banu Umayyad period

Misbah Sajjad
PhD Research scholar, Department of Islamic Studied, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur
Dr. Sobia Khan
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur. Email: sobiakausar.khan@gmail.com

Abstract

Banu Umayyad was a prominent and wealthy tribe of Quraysh. The same family ruled the kingdom for almost a century after the Rashidah Caliphate and brought the Islamic conquests to their peak. Like the era of the Prophet (PBUH) and the Caliphate of Rashidah, Muslims were bound to worship during the Umayyad Caliphate. No one was indifferent to religious rituals. There were mosques in cities, towns, villages, etc., where five-time prayers were offered in congregation. During the era of Banwamiyyah, academic circles of hadith, jurisprudence, poetry and literature were held, where scholars who had a passion for knowledge would participate in droves to quench their thirst for knowledge. During the Umayyad period, Syria, Iraq and Hijaz were important centers of Islamic jurisprudence. The eastern Islamic world, especially India, had an administrative relationship with Syria and Iraq. That is why the jurisprudence of Syria and Iraq gained general acceptance in these countries. The utility of Baitullah is shown by the fact that although rebellions began during the Umayyad period, Abdul Malik bin Marwan had a dam built on the Meccan side to protect Baitullah and protect it from floods. Although the Kharijites appeared in Banu Umayyad, the worship status of Baitullah remained, due to which cultural development also took place.Abd al-Malik bin Marwan is considered the real founder of Banuamiyyah because he promoted civilization during his time. It would not be wrong if Umar bin Abdulaziz is described as the fifth Caliph Rashid because he ordered to live according to Islamic principles and emphasized on teaching civility to his subjects, eliminated unnecessary rituals and innovations from the religion of Islam.

Keywords: Baytullah, Islam, Religion, Cultural Importance, Banu Umayyad.

تمہید:

بنو امیہ قبیلہ قریش کی دو بڑی شاخوں میں سے ایک ہے جن میں سے بعض افراد نے تقریبا ایک صدی (41-132ھ) تک اسلامی سرزمینوں پر حکومت کی۔ پہلی صدی ہجری بلکہ اس سے کچھ عرصہ پہلے کی تاریخ اموی خاندان کے اعضاء یا سیاسی سرگرمیوں کے نام سے خلیفہ یا کسی بھی دیگر عنوان کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ بنو امیہ کا دور سنہ 41 ہجری میں معاویہ کی سلطنت کے آغاز سے شروع ہوا اور سنہ 132 ہجری میں مروان بن محمد کی شکست پر زوال پذیر ہوا۔ اس عرصے میں اس خاندان کے 14 افراد نے خلیفہ کے عنوان سے اسلامی ممالک پر حکمرانی کی۔ معاویہ کے بعد اس کا بیٹا یزید تخت نشین ہوا اور اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بن یزید جس کے بعد خلافت مروانیوں کو منتقل ہوئی۔ مروانیوں نے مشرقی سرحدوں نیز روم کی سرحدات پر جنگیں لڑ لڑ کر اسلامی سرزمین کو ہر روز وسیع سے وسیع تر کیا۔ شیعیان اہل بیت اور خوارج کی سرکوبی بنو امیہ کی دائمی پالیسی کا حصہ رہی۔ بنو امیہ نے متعدد بار اسلامی مقدسات کی حرمت کو پامال کیا۔

خلافت راشدہ کا دور 40 سال کے عرصے پر محیط ہے یہ دور ختم ہونے کے بعد بنو امیہ کا دور شروع ہو جاتا ہے، اس دور میں بھی کافی ساری فتوحات ہوئیں اور فلاحی کام بھی کیے گئے، بنو امیہ کے پہلے حکمران امیر معاویہ تھے اور آخری مروان ثانی تھے۔ یہاں ہم بنو امیہ کے ان حکمرانوں کا ذکر کریں گے جنھوں نے بیت اللہ کی توسیع و تعمیر کی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

عبد اللہ بن زبیر کے دور میں تعمیر بیت اللہ:

بنو امیہ کے پہلے حکمران امیر معاویہ تھے، ان کے بعد ان کا بیٹا یزید بن معاویہ حکمران بنا، اس کے دور میں سانحہ کربلا ہوا اور اس نے بیت اللہ پر بھی سنگ باری کی جس کی وجہ سے بیت اللہ کی دیواریں بوسیدہ ہو گئیں اور چھت گر گئی، اس کی موت کے بعد عراق میں لوگوں نے عبد اللہ بن زبیر کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

عبد اللہ بن زبیر کے والد کا نام زبیر اور والدہ کا نام اسماء بنت ابو بکر تھا، آپ مدینہ منورہ میں ہجرت کے دس مہینہ بعد پیدا ہوئے، آپ کی پیدائش کے بعد آپ کو آپ کے والد زبیر رضی اللہ عنہ جو کہ صحابی تھے، رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے، آپ ﷺ نے ان کا نام عبد اللہ رکھا۔ آپ کافی متقی اور پرہیز گار تھے، آپؓ رات کو قیام اللیل کرتے اور دن کے وقت اکثر روزہ رکھتے تھے، آپؓ سے کافی احادیث بھی مروی ہیں۔[1]

[1] داؤد الباقی، تاریخ وفضائل بیت اللہ، تاریخ وفضائل مکہ مکرمہ، ترجمہ۔ پروفیسر مفتی محمد وسیم اکرم (لاہور: ناصر شہزاد پرنٹرز، 2014ء)613۔

عبداللہ بن زبیر کی تعمیر بیت اللہ کی وجوہات:

عبداللہ بن زبیر کی تعمیر بیت اللہ کی پہلی وجہ یہ تھی، حدیث میں ہے:

"عَنْ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ، قَالَ لَهُ: حَدِّثْنِي بِمَا كَانَتْ تُفْضِي إِلَيْكَ أُمُّ المُؤْمِنِينَ يَعْنِي عَائِشَةَ، فَقَالَ:حَدَّثَتْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا:لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِالجَاهِلِيَّةِ، لَهَدَمْتُ الكَعْبَةَ، وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ قَالَ: فَلَمَّا مَلَكَ ابْنُ الزُّبَيْرِ هَدَمَهَا وَجَعَلَ لَهَا بَابَيْنِ"[2]

"اسود بن یزید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے ان سے کہا تم مجھ سے وہ باتیں بیان کرو جسے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے رازدارانہ طور پر بیان کیا کرتی تھیں، انہوں نے کہا مجھ سے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا اگر تمہاری قوم کے لوگ جاہلیت کو چھوڑ کر نئے نئے مسلمان نہ ہوئے ہوتے تو میں کعبہ کو گرادیتا اور اس کے دو دروازے کردیتا چنانچہ عبداللہ بن زبیر جب اقتدار میں آئے تو انہوں نے کعبہ گرا کر اس میں دو دروازے کردیے۔"

اس حدیث سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ عبداللہ بن زبیر بیت اللہ کو تعمیر کریں گے اور اس کی تعمیر میں دو دروازے بنائیں گے۔

اسی طرح ایک اور حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کو حضرت عبداللہ بن زبیر تعمیر کریں گے:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَدْخُلَ البَيْتَ فَأُصَلِّيَ فِيهِ،فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَأَدْخَلَنِي الحِجْرَ،فَقَالَ:صَلِّي فِي الحِجْرِ إِنْ أَرَدْتِ دُخُولَ البَيْتِ،فَإِنَّمَا هُوَ قِطْعَةٌ مِنَ البَيْتِ،وَلَكِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوهُ حِينَ بَنَوْا الكَعْبَةَ فَأَخْرَجُوهُ مِنَ البَيْتِ"[3]

"امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں چاہتی تھی کہ میں بیت اللہ میں داخل ہو کر نماز پڑھوں، حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حطیم کے اندر کردیا اور فرمایا اگر تم بیت اللہ کے اندر داخل ہونا چاہتی ہو تو حطیم میں نماز پڑھ لو یہ بھی بیت اللہ کا حصہ ہے لیکن تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کے وقت اسے چھوٹا کردیا اور اتنے حصے کو بیت اللہ سے خارج کردیا۔"

اس کے علاوہ بیت اللہ کو تعمیر کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ بنو امیہ کے دور میں جب یزید بن معاویہ حکمران بنا تو اس نے حصین بن نمیر کو عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجا کہ یزید کی اطاعت قبول کرلو ورنہ بیت اللہ پر ہم حملہ کریں گے جبکہ ادھر لوگ عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرچکے تھے، جب عبداللہ بن زبیر نے حصین بن نمیر کی یہ بات نہ مانی تو اس نے بیت اللہ پر سنگ باری

---

[2] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، السنن ترمذی (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي، الطبعۃ: الثانیۃ، 1395ھ - 1975م) رقم الحدیث 875۔

[3] ترمذی، السنن، رقم الحدیث 876۔

کی اور مکہ مکرمہ کو بھی گھیر لیا۔ اہل شام کے لوگوں نے روئی اور گندھک کو گولے بنا کر ان کو جلا کر بیت اللہ کے اوپر پھینکے جس کی وجہ سے بیت اللہ کی دیواریں بوسیدہ ہو گئیں اور بیت اللہ کا غلاف بھی جل گیا۔[4]

پس جب بیت اللہ کی یہ حالت ہو گئی تو کوئی بھی شخص بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتا تھا، پہلے پہل تو عبد اللہ بن زبیر نے بیت اللہ کو اسی حالت میں چھوڑ دیا تاکہ جو لوگ بیت اللہ کے طواف و زیارت کو آئیں وہ اہل شام کو بُرا بھلا کہیں، اس کے بعد پھر عبد اللہ بن زبیر نے ہی انہی لوگوں سے مشورہ کیا جو بیت اللہ کے طواف کے لیے آئے، ان سے کہا کہ بیت اللہ کو دوبارہ تعمیر کیا جائے یا اس کی مرمّت کی جائے۔ عبد اللہ بن عباس نے رائے دی کہ جو دیواریں بوسیدہ ہو چکی ہیں ان کو تعمیر کیا جائے باقی کو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے لیکن عبد اللہ بن زبیر نے ان کی یہ رائے رد کر دی اور کہا اگر (اللہ نہ کرے) آپ میں سے کسی کا گھر جل جائے تو کیا آپ اسے مرمّت کروائیں گے یا پھر نیا تعمیر کروائیں گے؟ اس کے بعد آپ نے کہا کہ میں خود استخارہ کروں گا جس بات سے مجھے اطمینان ہو گا وہ کروں گا پس اس کے بعد آپ نے بیت اللہ کی بوسیدہ دیواریں توڑ کر دوبارہ تعمیر کروائیں، پھر بیت اللہ کو گرا کر دوبارہ نئے سرے سے تعمیر کرنے کا حکم دیا، کسی نے بھی بیت اللہ کو گرانے کی جراءت نہ کی کیونکہ لوگوں کا خیال تھا کہ جو بیت اللہ کو گرائے گا اس پر اللہ کا غضب ہو گا، پس ایک شخص نے ہمّت کر کے بیت اللہ کو گرانا شروع کیا جب اس کو کچھ نہ ہوا تو باقی لوگ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے اور اس کے بعد جب بیت اللہ کو تعمیر کرنے کی ابتداء ہوئی تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمائی:

"عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، يَقُولُ: حَدَّثَتْنِيخَالَتِي، يَعْنِي عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا عَائِشَةُ، لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِشِرْكٍ، لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ، فَأَلْزَقْتُهَا بِالْأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ: بَابًا شَرْقِيًّاوَبَابًا غَرْبِيًّا، وَزِدْتُ فِيهَا سِتَّةَ أَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ، فَإِنَّ قُرَيْشًا اقْتَصَرَتْهَا حَيْثُ بَنَتِ الْكَعْبَةَ "[5]

"عبد اللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ مجھے میری خالہ حضرت عائشہ نے بیان کیا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تیری قوم کے لوگوں نے شرک نیا نیا چھوڑا نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرا کر اسے زمین سے ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا ایک دروازہ مشرق کی طرف اور ایک دروازہ مغرب کی طرف اور حطیم کی طرف چھ ہاتھ جگہ میں اور زیادہ کر دیتا کیونکہ قریش نے جب کعبہ دوبارہ بنایا تھا تو اسے چھوٹا کر دیا تھا۔"

---

[4] اکبر شاہ خان نجیب آبادی، تاریخ اسلام (لاہور: مکتبۃ الحسن اردو بازار، 2017ء) 2/81۔

[5] المسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری، الصحیح المسلم (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، س ن) رقم الحدیث 1333۔

اس کے بعد پھر حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خود ہی کہا کہ اب تو بیت اللہ کا خزانہ بھی موجود ہے اور کفر کا زمانہ بھی نزدیک نہیں ہے چنانچہ میں حضور ﷺ کی یہ خواہش پوری کروں گا۔ پس بیت اللہ کی بنیادیں حطیم کی طرف سے پانچ ہاتھ اضافہ کر کے کھودی گئیں اور پھر انہی بنیادوں پر بیت اللہ کو تعمیر کیا گیا، انہوں نے بیت اللہ کے دو دروازے بھی بنائے۔ ایک دروازہ بیت اللہ کے اندر جانے کے لیے بنایا گیا اور ایک دروازہ بیت اللہ سے باہر آنے کے لیے بنوایا گیا۔ آپ نے بیت اللہ کے طول میں بھی اضافہ کروایا، اس سے قبل بیت اللہ کا طول کم تھا۔ قریش نے بیت اللہ کے اندر چھ ستون بنوائے تھے جبکہ آپ نے تین ستون ختم کروادیے، آپ نے بیت اللہ کی چھت پر **"البلق"** سنگ کا روشندان بھی بنوایا اور بیت اللہ کا دروازہ جو کہ قریش نے اونچا کر دیا تھا آپ نے زمین کے برابر بنوایا۔ آپ نے عمدہ لکڑی سے رکن عراقی کی طرف بیت اللہ کی چھت پر چڑھنے کے لیے ایک زینہ بنوایا، مطاف کا فرش بھی پتھروں کا بنوایا۔ انہوں نے اپنے عہد میں کافی ساری زمین خرید کر بیت اللہ میں شامل کر دی جس کی وجہ سے بیت اللہ وسیع ہو گیا۔[6]

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر بیت اللہ کی خصوصیات:

آپ نے حضور ﷺ کی خواہش کے مطابق بیت اللہ کے دو دروازے بنوائے۔

بیت اللہ کا پہلے ایک کواڑ تھا آپ نے دو کواڑ بنوائے۔

حطیم کا حصہ جو کہ قریش نے چھوڑ دیا تھا خرچہ کی کمی کی وجہ سے آپ نے حطیم کا وہ حصہ بیت اللہ میں شامل کر دیا۔ حطیم کا حصہ بیت اللہ میں بھی آپ نے حضور ﷺ کی خواہش کی وجہ سے شامل کیا۔

بیت اللہ کے اندر روشنی کے لیے روشندان بنوایا۔

دیواروں کو پہلے سے بلند کروایا اور دیواروں میں چونا کا استعمال کیا۔

آپ کے حرم کے قرب وجوار کے مکانات خرید کر ان کو بیت اللہ میں شامل کر دیا جس کی وجہ سے بیت اللہ کشادہ ہو گیا۔

آپ نے قریش کے بنوائے گئے چھ ستونوں میں سے تین ستون ختم کروادیے اور تین ستون باقی رکھے۔

جب بیت اللہ کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا تو اس کے اندر اور باہر خوشبو لگائی گئی یہ خوشبو عنبر اور کستوری کی تھی جس سے بیت اللہ کو معطر کیا گیا پھر اس پر غلاف چڑھایا گیا۔[7]

---

[6] داؤد الباقی، تاریخ و فضائل بیت اللہ تاریخ و فضائل مکہ مکرمہ، 615۔

[7] داؤد الباقی، تاریخ و فضائل بیت اللہ تاریخ و فضائل مکہ مکرمہ، 620۔

عبداللہ بن زبیر نے بیت اللہ پر جو غلاف چڑھایا وہ قباطی کپڑے کا تھا، اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ جو شخص میری اطاعت کرنا چاہتا ہے تو وہ بیت اللہ کا عمرہ کرنے کے لیے مسجد تنعیم سے احرام باندھے اپھر اونٹ ذبح کرے، اگر اونٹ ذبح کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو پھر بکری کو ذبح کرے۔

پس آپ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر لوگ آپ کے ساتھ پیدل چل کر مقام تنعیم پر پہنچے وہاں سے احرام باندھا، اس کا مقصد صرف اللہ کا شکر ادا کرنا تھا کہ اس یوم سے قبل کبھی نہ اتنے غلام آزاد ہوئے نہ ہی اونٹ ذبح ہوئے کیونکہ سو اونٹ خود عبداللہ بن زبیر نے اس دن ذبح کیے تھے، آپ نے خود بھی بیت اللہ کا طواف کیا۔[8]

اموی حکمران عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کا تعمیر بیت اللہ:

عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کو بتایا کہ عبداللہ بن زبیر نے جو بیت اللہ تعمیر کیا ہے اس میں اضافہ بھی کیا ہے اور دروازے بھی دو تعمیر کر دیے ہیں تو میں بیت اللہ کو پہلے کی طرح قریشی تعمیر کے مطابق کر دوں۔ اس کے بعد جب حجاج کو عبدالملک نے اس بات کی اجازت دے دی تو اس نے بیت اللہ کو گرا دیا اور ایک دروازہ بھی بند کر دیا، صرف ایک دروازہ جیسے پہلے قریشی تعمیر کا تھا رہنے دیا۔ جب حجاج نے بیت اللہ کو قریشی طرز پر تعمیر کیا تو ایک شخص جس کا نام حارث بن عبداللہ تھا وہ عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو عبدالملک نے اس سے کہا کہ میرا خیال ہے عبداللہ بن زبیر نے جس طرز پر بیت اللہ کو تعمیر کیا اور کہا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا تو انہوں نے ان سے کچھ نہیں سنا۔ اس بات پر حارث بن عبداللہ نے عبدالملک کو جواب دیا کہ جس طرز پر عبداللہ بن زبیر نے بیت اللہ کو تعمیر کیا میں نے بھی یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی ہے۔[9] کیونکہ حدیث میں ہے:

> "عَنْ عَائِشَةَ،زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،أَنَّهَا قَالَتْ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:"لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍأَوْقَالَ:بِكُفْرٍلَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ،وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْأَرْضِ، وَلَأَدْخَلْتُ فِيهَا مِنَ الْحِجْرِ"[10]

[8] صفی الرحمٰن مبارکپوری، تاریخ مکہ مکرمہ (لاہور: اردو بازار، س ن) 41۔

[9] محمد طاہر الکردی، تاریخ کعبہ و مدینہ (کامیاب بک ڈپو، س ن) 16۔

[10] المسلم، الصحیح المسلم، رقم الحدیث 1333۔

"سیدہ عائشہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں اگر تیری قوم نے جاہلیت کو یا فرمایا کفر کو نیا نیا چھوڑا نہ ہوتا تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتا اور میں اس کا دروازہ زمین کے ساتھ بناتا اور حطیم کو کعبہ میں ملا دیتا۔"

حارث بن عبداللہ نے عبدالملک سے کہا کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث عبداللہ بن زبیر نے سنی اس لیے انہوں نے بیت اللہ کا دروازہ زمین کے برابر کر دیا اور دو دروازے بنائے اور حطیم کو بھی بیت اللہ میں شامل کر دیا لیکن جب عبدالملک مروان نے یہ بات سنی تو زمین پر سر جھکا کر کہنے لگا کہ کاش میں بیت اللہ کو ویسے ہی رہنے دیتا جیسے اسے عبداللہ بن زبیر نے تعمیر کیا تھا، اس کی تعمیر میں تبدیلی نہ کرتا۔[11]

ولید بن عبدالملک کا بیت اللہ پر سونے کا کام کروانا:

ولید بن عبدالملک نے اپنے دورِ حکومت میں 36 ہزار دینار گورنر مکہ خالد قسری کو دیئے تاکہ وہ بیت اللہ کے دروازوں، ستونوں اور پرنالے پر سونے کے پترے لگوائے۔ بیت اللہ پر سونے کا کام جس نے سب سے پہلے کروایا وہ ولید بن عبدالملک تھا جو کہ اموی خلیفہ تھا۔[12]

یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں واقعہ حرہ اور بیت اللہ پر سنگ باری:

واقعہ حرہ اور بیت اللہ پر سنگ باری کا واقعہ بیان کرنے سے پہلے ہم یہ بیان کریں گے یہ واقعات کب اور کس کے دور میں شروع ہوئے۔ خلافت راشدہ کے بعد سلطنت بنو امیہ کا دور حکومت شروع ہوتا ہے اس دور کے پہلے حکمران امیر معاویہ تھے ان کے بعد ان کے بیٹے یزید بن معاویہ ولی عہد بنے۔ امیر معاویہ کا اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانا بہت بڑی غلطی تھی، کیونکہ یزید کی پرورش عیش و عشرت کے ماحول میں ہوئی۔ یہ سیر و تفریح اور لڑائیوں کا شوقین تھا۔ امیر معاویہ نے لوگوں سے اس کی بیعت اپنی زندگی میں ہی لے لی تھی۔ امیر معاویہ کے انتقال کے بعد 60 ہجری میں یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا۔[13]

امیر معاویہ کے بعد ان کا بیٹا یزید بن معاویہ حکمران بنا۔ یزید بن معاویہ کھیل کود، سیر و تفریح، شکار، مے نوشی، عیش و عشرت اور شاعری کا بڑا شوقین تھا۔ اس نے تین سال چھ ماہ حکومت کی، لیکن اسی عرصے میں اس کے دور میں تین سانحے ہوئے۔

---

[11] داؤد الباقی، تاریخ وفضائل بیت اللہ تاریخ وفضائل مکہ مکرمہ، 623۔

[12] صفی الرحمٰن مبارکپوری، تاریخ مکہ مکرمہ، 42۔

[13] شاہ معین الدین ندوی،، تاریخ اسلام (مکتبہ اسلامیہ، 2013ء)2/370۔

پہلے سال واقعہ کربلا رونما ہوا۔

دوسرے سال مدینہ پر حملہ کر کے وہاں کے لوگوں کو لوٹا گیا۔

تیسرے سال بیت اللہ پر حملہ کیا گیا۔[14]

مدینہ میں قتل وغارت:

واقعہ کربلا کے بعد یزید کے دور میں مسلم بن عقیل مدینہ منورہ گیا اور وہاں تین دن تک قتل وغارت کرتا رہا۔ اہل شام کے لشکر نے مدینہ کے لوگوں کے مال واسباب لوٹ لیے۔ مسلسل تین دن تک مدینہ منورہ میں قتل وغارت کا بازار گرم رہا۔ اس کے بعد جب مسلم بن عقیل چوتھے روز تھک گیا تو اس نے مدینہ کے لوگوں کو بیعت کے لیے کہا اور لشکر شام کے لوگ مدینہ منورہ کے چاروں طرف پھیل گئے، جو کوئی بھی بیعت سے انکار کرتا اس کو قتل کر دیتے تھے۔[15]

واقعہ حرہ اور اس کی تفصیل:

یزید بن معاویہ کے دورِ حکومت کا واقعہ کربلا کے بعد دوسرا المناک واقعہ مدینۃ الرسول ﷺ پر حملہ کرنے کا ہے، جس کو واقعہ حرہ کہا جاتا ہے۔ اس واقعہ کی ابتداء تب ہوئی جب امیر معاویہ یزید کو ولی عہد منتخب کرتے ہیں اور لوگوں کو ان کی بیعت کا حکم دیتے ہیں جبکہ مدینہ والے یزید کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جس کی وجہ سے یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقیل کو منتخب کیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ مدینہ کے لوگوں سے اس کی بیعت لے اور جو انکار کرے اس کو قتل کر دیا جائے۔ مدینہ سے باہر ایک جگہ تھی جس کا نام حرہ تھا، چنانچہ مسلم بن عقیل نے مدینہ میں تین دن تک قتل وغارت کا بازار گرم رکھا اور اہلِ مدینہ کے مال واسباب لوٹ لیے۔ اس واقعہ کے بعد مسلم بن عقیل کا نام مُسرف یعنی (ظالم) رکھ دیا گیا۔[16]

یزید کی بیت اللہ پر چڑھائی:

یزید بن معاویہ کی مدینہ منورہ میں قتل وغارت کے بعد ظالمانہ حرکت بیت اللہ پر چڑھائی کرنا تھی۔ مسلم بن عقیل جب مدینہ منورہ کی مہم سے فارغ ہوا تو یزید نے اسے بیت اللہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ مسلم بن عقیل یزید کے اس حکم کی تکمیل کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا، اس وقت مکہ میں لوگوں کو عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کی دعوت دی جا رہی تھی۔ ابھی مسلم

[14] محمد بن علی طباطبا، تاریخ الفخری، مترجم۔ محمود علی خان (دہلی: دار المصنفین اردو بازار، 1969ء)180۔

[15] عبد الرحمن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، مترجم۔ حکیم احمد حسین آلہ بادی (کراچی: نفیس اکیڈمی اردو بازار، 2003ء)550/2۔

[16] محمد بن علی طباطبا، تاریخ الفخری، مترجم۔ محمود علی خان، 184۔

بن عقیل نے بیت اللہ پر چڑھائی نہیں کی تھی کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔ مسلم بن عقیل نے اپنی موت سے پہلے اپنے لشکر کا امیر اس شخص کو بنایا جس کو یزید نے اس کے بعد امیر لشکر بنانے کا حکم دیا تھا۔ پس جب یہ دوسرا شخص بیت اللہ پر حملہ کرنے لگا تو اچانک یزید کی موت کی خبر اس کے پاس آگئی۔ یوں یہ لشکر واپس چلا گیا۔[17]

بیت اللہ پر سنگ باری:

مدینہ پر حملہ کرنے کے بعد یزید نے مسلم بن عقیل کو حکم دیا کہ وہ اب مکہ اور بیت اللہ پر حملہ کرے، لیکن جب مسلم بن عقیل مکہ اور بیت اللہ پر حملہ کرنے کے لیے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تو راستے میں اس کی طبیعت بیماری کی وجہ سے ناساز ہوگئی، اور اس نے اپنی موت سے پہلے اپنے لشکر کا امیر حصین بن نمیر کو بنایا، ادھر مکہ میں لوگ عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کر رہے تھے۔ حصین بن نمیر نے عبد اللہ بن زبیر کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ یزید بن معاویہ کی اطاعت قبول کرے ورنہ مکہ مکرمہ پر حملہ ہو گا۔ عبد اللہ بن زبیر نے حصین بن نمیر کے اس پیغام کو رد کر دیا اور مقابلہ کرنے کی تیاری کر لی۔ اس کے بعد حصین بن نمیر نے کوہ ابو قبیس پر منجنیق نصب کی اور بیت اللہ پر سنگ باری شروع کر دی۔ اسی سنگ باری کے دوران اس نے مکہ مکرمہ بھی محاصرہ کیا، شامیوں نے بھی اس سنگ باری میں حصہ لیا۔ انہوں نے گندھک اور روئی کے گولے بنا کر ان کو جلا کر بیت اللہ پر پھینکے، جس سے بیت اللہ کی عمارت کو نقصان پہنچا اور بیت اللہ کا غلاف بھی جل گیا۔ اس سنگ باری سے بیت اللہ کی دیواریں بھی سیاہ ہوگئی تھیں اور مکہ کے لوگوں کا باہر نکلنا انتہائی مشکل و دشوار ہو گیا تھا۔ ابھی سنگ باری ہو رہی تھی کہ یزید بن معاویہ کی موت کی خبر جب حصین بن نمیر کو ملی تو فوراً اس نے محاصرہ ختم کیا اور لشکر کے ساتھ کوچ کر گیا۔[18]

جب حصین بن نمیر نے بیت اللہ کے قریب کوہ ابو قبیس پر منجنیق نصب کر دی تو بیت اللہ پر سنگ باری شروع ہوگئی جس کی وجہ سے کوئی بھی شخص بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتا تھا۔ اس سنگ باری سے بیت اللہ پر آگ برسی، جس کی وجہ سے بیت اللہ کا غلاف، چھت اور پردے وغیرہ جل کر راکھ ہوگئے۔ ابھی لڑائی جاری تھی کہ یزید بن معاویہ کی موت کی خبر آگئی۔ یہ خبر پہلے عبد اللہ بن زبیر کے پاس آئی۔ عبد اللہ بن زبیر نے یہ خبر حصین بن نمیر کو دی تو اس نے یقین نہ کیا۔ پھر عبد اللہ بن زبیر نے

[17] محمد بن علی طباطبا، تاریخ الفخری، مترجم۔ محمود علی خان، 186۔

[18] اکبر شاہ خان نجیب آبادی، تاریخ اسلام (لاہور: مکتبۃ الحسن اردو بازار، 2017ء)81۔

حصین بن نمیر اور اس کے لشکر کو پکار کر کہا: اے دشمنو! اب کیوں لڑ رہے ہو، تمہارا گمراہ سردار تو مر گیا ہے۔" اس کے بعد حصین بن نمیر نے حملہ بیت اللہ ختم کر دیا اور واپس چلا گیا۔[19]

عہد بنو امیہ میں حج کے ثقافتی، معاشی اور معاشرتی اثرات کا تحقیقی جائزہ:

اموی دور سے پہلے اسلامی فن تعمیر کا کوئی وجود نہ تھا۔ سادہ سی عمارات بنائی جاتی تھیں۔ اموی دور میں ایرانی و رومی تہذیبوں کے ساتھ رابطہ قائم ہوا تو پر شکوہ عمارات تعمیر کرنے کی طرف توجہ دی گئی۔ فطری طور پر اس شان و شوکت کا پہلا مظاہرہ عظیم مساجد کی تعمیر کی صورت میں ہوا۔ عہد بنو امیہ میں بیت اللہ کی عبادتی و ثقافتی حیثیت وہی رہی جو روزِ ازل سے قائم کی تھی۔ بنو امیہ کے دور واقعہ حرہ کے وقت بیت اللہ پر سنگ باری کی وجہ سے بیت اللہ کی عمارت کو جو نقصان پہنچا، اس وجہ سے بیت اللہ کی نئے سرے سے تعمیر توسیع کی گئی اور سب سے پہلے بیت اللہ پر سونے کا کام بھی عہد بنو امیہ میں کیا گیا۔ اس کے علاوہ امیر معاویہ کے دور میں بیت اللہ پر دیبا کا غلاف چڑھایا گیا اور اس کی خدمت کے لیے غلام مقرر کیے گئے۔ عہد بنو امیہ میں اکثر خلفاء ہر سال لوگوں کو حج کرواتے اور ان کے لیے امراءِ حج مقرر کرتے اور قریشیوں کے لیے وظائف بھی مقرر کیے۔ عہد بنو امیہ کا ایک اور کارنامہ مکہ میں اہل مکہ کے لیے آبِ شیریں کا کنواں جاری کرنا بھی ہے۔ بیت اللہ عربوں کا مذہبی و ثقافتی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ اقتصادی مرکز بھی تھا۔ بیت اللہ اپنی تاریخی، دینی اور ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ ہمہ جہت پہلوؤں سے اپنی منفرد شناخت رکھتا تھا۔ اسلام کا قدیم اور ہر دور میں عظیم الشان قلعہ ہونے کے اعتبار سے یہ گھر (بیت اللہ) ہر ذی روح کے لیے 'جائے امان' ثابت ہوا۔ یہاں تک کہ اس کے حیوانات اور نباتات کو بھی وہ تحفظ ملا جو دنیا کے کسی خطے یا مقام کے زندہ انسانوں کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ امیر معاویہ کے دور میں کوفہ کی چھاؤنی تعمیر ہوئی تو اس کے وسط میں ایک عظیم الشان مسجد بنائی گئی۔ بعد ازاں بصرہ کی مساجد کی تعمیر نو ہوئی تو ساسانی معماروں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ان دونوں عمارات میں ساسانی طرز کے ستون بنائے گئے نیز بصرہ کی مسجد میں پہلی بار ایک مینار تعمیر ہوا جو بعد ازاں اسلامی فن تعمیر کا امتیازی نشان قرار پایا۔ امیر معاویہ کے زمانے میں خضرا محل کی تعمیر سے رہائشی محلات کی تعمیر کا نیا سلسلہ شروع ہوا۔

عبد الملک کے زمانہ میں اسلامی فن تعمیر میں مزید ترقی ہوئی۔ قبتہ الضحراء فن تعمیر اور حسن کے لحاظ سے اس دور کی اہم ترین عمارات میں سے ہے۔ ضحراء پہاڑ کی وہ چھوٹی ہے جہاں شب معراج کو آنحضور آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے علاوہ یہ جگہ اہل کتاب کے لیے مقدس تھی۔ عبد الملک نے اس مقام پر گنبد تعمیر کرایا۔ فنی کمال اور حسن، گل بوٹوں، نگینہ

[19]عبد الرحمن ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، مترجم۔ حکم احمد حسین آلہ بادی، 2/551۔

کاری، خوبصورتی، دلکشی اور پائداری کے لحاظ سے یہ اسلامی طرز تعمیر کا ایک عظیم الشان شاہکار ہے اس تعمیر میں کچھ خام مال اور قیمتی پتھر پرانے کھنڈر سے بھی لیے گئے۔ اس کے علاوہ عبد الملک نے مسجد اقصیٰ کی بھی تعمیر کی۔

خلفائے بنو امیہ میں ولید بن عبد الملک کا زمانہ تعمیرات کے لیے بے حد مشہور ہے۔ اس کے زمانہ کی مشہور عمارات جامع دمشق، جامع مسجد دمشق، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ اسلامی تہذیب و تمدن اور فن تعمیر کا شاہکار ہیں۔ جامع مسجد دمشق پر بے دریغ روپی خرچ کیا گیا روم، ایران، مصر اور ہندوستان سے کاریگر منگوائے۔ تمام دیواریں سنگ مرمر اور نگینوں کی پچی کاری سے آراستہ کی گئیں۔ یہ مسجد اپنی تزئین و آرائش پچی کاری اور خوب صورتی کی بنا پر دنیا کا چوتھا عجوبہ شمار کی جاتی ہے۔ یہاں پہلے مسیحیوں میں بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ چھتوں پر سونا اور فرش پر چاندی کا استعمال کیا گیا تھا ساری عمارت سنگ مرمر اور سنگ رفام سے تعمیر کی گئی تھی۔ اس پر مجموعی لاگت کا کم سے کم اندازہ پچپن لاکھ اشرفی اور زیادہ سے زیادہ گیارہ کروڑ دینار لاگت آئی۔

مذہبی عمارات کے علاوہ تعمیرات کے میدان میں مسلمانوں کی دیگر یادگاریں بھی ہیں مثلاً صحرائی محلات جن میں شاہی خاندان کے افراد قیام کرتے تھے ان محلات میں قصر خضرا اور قصر عمرو وغیرہ مشہور ہیں اس قسم کے صحرائی محلات کے کھنڈر آج بھی موجود ہیں۔ اموی حکومت بنیادی طور پر خالص عرب حکومت تھی۔ اس لیے اس دور میں لوگوں کی معاشرتی زندگی میں عرب عنصر غالب تھا۔ غیر عرب عوام عربی تہذیب و ثقافت کو اپنا رہے تھے اور عجمی عوام میں اس عربیت کے خلاف رد عمل بھی موجود تھا۔ عہدِ نبویؐ اور خلافتِ راشدہ کی طرح اُموی دورِ خلافت میں بھی مسلمان عبادات کے پابند تھے۔ مذہبی شعائر سے کوئی بھی بے اِلتفاتی نہیں کرتا تھا۔ شہر، قصبے، گاؤں وغیرہ میں مساجد تھیں، جہاں پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی۔ عمر بن عبد العزیز نے ثقافت میں اہم کردار ادا کیا۔

دورِ بنو اُمیہ میں حدیث و فقہ، شعر و ادب کے علمی حلقے منعقد ہوتے، جہاں علمی اشتیاق رکھنے والے حضرات اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے جوق در جوق شریک ہوتے۔ اُموی دور میں شام، عراق اور حجاز اسلامی فقہ کے اہم مراکز تھے۔ شام اور عراق ان دونوں جگہوں سے مشرقی عالمِ اسلام خصوصاً ہندوستان کا انتظامی تعلق تھا۔ اس لیے یہاں شام و عراق کے فقہی مسلک کو ان ملکوں میں قبولِ عام حاصل ہوا۔

بیت اللہ کی تعمیر اور بنو امیہ کی عوام پر اس کے تہذیبی اور ثقافتی اثرات:

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے: آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا زمانہ شرک تازہ نہ ہوتا تو میں کعبۃ اللہ کو شہید کر کے زمین میں ملا دیتا اور اس کو پھر تعمیر کر کے اس کے دو دروازے بناتا ایک مشرق کی جانب اور ایک مغرب کی جانب اور حطیم کی طرف 3 گز کا اضافہ کرتا، کیونکہ قریش مکہ نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو اس میں کمی کر دی تھی۔

الغرض رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی اور اس وقت آپ ﷺ کو وسائل بھی میسر تھے، لیکن آپ ﷺ دینی حکمت عملی کے تحت اپنی خواہش کو پورا نہ کر سکے کہ بیت اللہ کی عمارت پر کدال اور ہتھوڑے چلاتے ہوئے لوگوں کے عقائد متزلزل نہ ہو جائیں، کیونکہ وہ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ان کے ذہنوں میں بیت اللہ کی تقدیس کا تصور تھا۔

بنو امیہ کے دور میں جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق بیت اللہ کو منہدم کر کے از سر نو بنائے ابراہیمی تعمیر کیا۔ پھر اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانے کے حجاج بن یوسف کے ذریعے کعبہ کی عمارت کو شہید کر کے قریش کی تعمیر کے مطابق تعمیر کیا گیا۔ پھر عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالکؒ سے رائے لی کہ کیا میں ایک بار بیت اللہ کو منہدم کر کے ابراہیمی تعمیر کے مطابق تعمیر کروادوں تو امام مالکؒ نے فرمایا: میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کعبہ کو اسی طرح رہنے دیں، بار بار منہدم کرنے سے اس کی ہیبت و جلال میں کمی آجائے گی۔ امام مالک کی رائے بصیرت اور دور اندیشی پر مبنی تھی، کیونکہ اگر ایک بار اس کا دروازہ کھول دیا جاتا تو پھر ہر آنے والا حکمران یہ چاہے گا کہ وہ اپنے دور میں نئی شان کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر کرے تاکہ یہ عمارت اس کی طرف منسوب ہو، اس طرح یہ عمارت سونے اور چاندی کی بھی بن جاتی لیکن یہ بازیچہ اطفال بن جاتا اور بیت اللہ کی جلالت اور حرمت میں کمی آجاتی، پس امام مالکؒ کا امّت پر احسان ہے کہ انہوں نے اپنی دینی بصیرت سے آنے والے زمانوں میں ممکنہ طور رونما ہونے والے فتنوں کو روک دیا۔[20]

خلفائے بنو امیہ نے دین اسلام، عربی تہذیب و تمدن اور عربی زبان و ادب کو اغیار کے اثرات سے ہر طرح محفوظ رکھا تھا۔

خلفائے بنو امیہ نے دوسری مغربی قوموں کو اپنے ثقافتی، تہذیبی، دینی اور لسانی اثرات سے متاثر کر کے ان سے میل جول پیدا کیا۔

اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد اسلام ایک وسیع نشر و اشاعت کے دور میں داخل ہوا۔ اسلام کا اس زمانے کی دیگر تہذیبوں یعنی ایران، روم اور مصر کا ہمسایہ بننے سے ان تہذیبوں سے روابط کے اسباب فراہم ہوئے۔ جزیرہ عرب میں اسلام کی

---

[20] علی اکبر ولایتی، اسلامی تہذیب و ثقافت۔ مترجم معارف اسلام پبلشرز (انتشارات نور مطاف، 1428ھ)، 28۔

حاکمیت مستحکم ہوئی،ہمسایہ ممالک کے حکام کو خطوط بھیج کر مسلمانوں کے ان سے روابط کے اسباب فراہم کیے،یہ صورت حال پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد خلفاء راشدین کے دور،بنی امیہ دور میں بھی بحال رہی۔

ترجمے کی تحریک: فتوحات کے عروج کا زمانہ گزرنے کے بعد جب اسلامی حکومت مستحکم ہوگئی اور مسلمان اسلام کے بنیادی علوم کی تدوین سے کچھ حد تک فراغت پاگئے، بعض خلفاء کے اہتمام اور حوصلہ افزا سیاست کے زیر سایہ اور بیت المال کی بے پناہ دولت سے استفادہ کرنے کے باعث اسلامی معاشرہ آہستہ آہستہ ان علوم اور صنعتوں کی طرف متوجہ ہوگیا کہ جو غیر مسلم تہذیبوں میں موجود تھے،اس توجہ کا اصلی سرچشمہ قرآن اور بہت سی احادیث تھیں جو مومنین کو علم وفن کے کسب کرنے پر ترغیب دلاتی تھیں۔جو چیز سب سے زیادہ اس تحریک کے اسباب کو فراہم کرنے کا باعث تھی وہ مسلمانوں کی فتوحات بالخصوص مسلمانوں کا ساسانیوں کی ساری مملکت پر تسلط اور مشرقی روم کے کچھ مناطق پر قبضہ کرنا کہ ان میں سے ہر سرزمین ایک قدیم تہذیب کی حامل تھی۔

مسلمان فاتحین نے اپنے زیر تسلط سرزمینوں سے ایک متحد مملکت تشکیل دی۔ دوسری تہذیبوں کے ساتھ ساتھ یونانیوں کے ساتھ مبادلہ اور ثقافتی تفاہم کا ہر طرح سے ایک نیا تجربہ کیا،تو بہت ہی کم مدت میں عالم اسلام کے حکام، دانشوروں اور اہل دانش کا اشتیاق اور کام اسقدر بڑھ گیا کہ بعد میں اس دور کا نام "تحریک ترجمہ "کا دور پڑ گیا، اس تحریک کا آغاز بنی امیہ کے دور سے ہوا۔

بنی امیہ کے دور میں اکثر ترجمے اداروں، محکموں، سیاست اور تجارت سے مربوط تھے انہیں جدید حکام اور غیر عرب زبان لوگوں کے درمیان رابطے کی ضرورت کی بناء پر ترجمہ کیا گیا تھا،یہاں تک کہ اگر کوئی ایسا متن کہ جسے علمی کہا جاسکے،ترجمہ ہوا تو وہ بھی فوجی یا محکمانہ ضرورتوں کی بناء پر تھا۔

بنی امیہ کے زمانہ میں سیاسی وجوبات کی بناء پر شعراء اور شاعری توجہ کا مرکز قرار پائی انہوں نے کوشش کی کہ اشعار کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف جذب کریں یا بزعم خویش انعام اور صلہ دے کر لوگوں کی زبان تنقید بند کریں_ لہذا اس دور میں شاعری حاکموں کی توجہ کا مرکز بنی اس سے انکا ہدف اپنے مخالف اور رقیبوں سے مقابلہ کرنا تھا بنی امیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ لوگ خلافت کو اہل بیت کا حق سمجھتے ہیں اور انہیں غاصب شمار کرتے ہیں اسی لیے کہ اموی حکمرانوں کے شعرا حضرات کے

سامنے بہت زیادہ مال و دولت لٹانے کے باوجود یہ لوگ اکثر و بیشتر حق ہی بیان کرتے تھے۔ اموی دور کے برجستہ شاعروں میں سے فرزدق، اخطلی اور جریر قابل ذکر ہیں۔[21]

تفسیر: تفسیر کی تدوین کا مرحلہ بنی امیہ کی حکمرانی کے آخری اور بنی عباس کی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں حدیث کی تدوین کے ساتھ ہی شروع ہوا کیونکہ سب سے پہلے روایات ہی قرآن کریم کی تفسیر تھیں بعد میں علماء کرام اور بزرگان اسلام کی کوششوں سے تفسیری روایات کو احادیث کے عمومی مجموعہ سے جدا کرکے مستقل طور پر تدوین کیا گیا، بہت سے اہل سنت اور شیعہ حضرات کی نظر میں سب سے پہلے تفسیر کو تدوین کرنے والے سعید بن جبیر ہیں وہ عبداللہ بن عباس کے شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ تابعین میں سے بڑے ادیب شمار ہوتے تھے اور شیعہ ہونے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وفاداری کے جرم میں حجاج بن یوسف کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

دین اسلام کے ظہور سے فکر بشریت میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہوا اس الہی دین کا مقصد انسانوں کو ان تمام قسم کی قید و بند سے نجات دینا تھا جو طول تاریخ میں اسکو جکڑے ہوئے تھیں۔ اسلام حکومتی معاملات میں فرد واحد کی رائے کو محور بنانے کا مخالف ہے بلکہ مشورہ کو حکومت کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اکثر مسائل میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کے بعد خلفاء راشدین بھی ایسا رویہ اپناتے تھے کہ لوگ اندرونی رغبت و رضا سے انکی اطاعت کیا کرتے تھے اگر کسی کیلئے کوئی سزا مقرر ہوتی تو وہ اطاعت کرتے اور تعمیل کرتے تھے۔

لیکن جب بنی امیہ مقام اقتدار پر پہنچے تو بہت سے مسائل تبدیل ہوگئے رواداری اور تحمل پر مبنی حکومت کا دور ختم ہو چکا تھا معاویہ کے والی اور حکام کو یہ خوف تھا کہ اگر لوگوں کو آزادی دی گئی تو وہ بغاوت برپا کریں گے لہذا تشدد کی پالیسی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے معاویہ کا ہی دور تھا کہ جب رسمی طور پر تشدد کا کام شروع ہوا وہ لوگ جو معاویہ کے مخالف سمجھے جاتے تھے اور انہیں گرفتار کرکے سزائیں دی جاتی تھیں۔

سلسلہ بنی امیہ کا آغاز اور عیش و عشرت کی ابتداء:

اکثر اسلامی فتوحات بنی امیہ کے دور میں مکمل ہوئیں یہ چیز ایک طرح سے حقیقی اسلام کی صورت بگاڑنے میں اہم کردار رکھتی ہے کیونکہ اسلام ایسے خاندان اور ان کے وابستہ لوگوں کے ذریعہ ترویج ہو رہا تھا کہ جو خود اسلام کے زیادہ معتقد نہ تھے۔ بنی امیہ نے دین میں مختلف بدعتیں ایجاد کیں اور ان بدعات کو دین کے نام سے پھیلایا۔ انہوں نے اسلام کے زریں قانون مساوات کو

[21] جرجی زیدان، تاریخ تمدن اسلام۔ ترجمہ علی جواہر کلام (نئی دہلی: فرید بک ڈپو، س ن)، 514۔

پاؤں تلے روندڈاالا اور عرب کی عجم پر برتری کے نظریہ کا پروپیگنڈا کیا۔اموی حکمرانوں نے اسلامی حکومت کی بہت سی درآمدات کو اپنی عیش و عشرت اور خوبصورت محلات بنانے پر صرف کیا اسی بناء پر عوامی طبقات میں ناراضگی کی لہر دوڑی اور یہ چیز اموی حکمرانوں کے سلسلہ کو ختم کرنے کا باعث بنی۔ان کے بعد بنی عباس نے بھی اسی طرز عمل کو جاری رکھا اور انہیں بھی بنی امیہ کی مانند انجام کا سامنا کرنا پڑا۔[22]

خلفاء اور امراء کی بے پناہ ثروت اور اسکے نتائج:

خلیفہ اسلامی ممالک کی حکومت میں مکمل اختیارات کا مالک تھا۔تمام درآمدات سب سے پہلے اس کے ہاتھوں میں پہنچتی تھیں۔لہذا قدرتی طور پر وہ تمام لوگوں سے زیادہ مال و دولت کا مالک تھا۔خلفاء کے بعد علاقوں کے والی اور امراء بھی بے پناہ دولت کے مالک تھے،کیونکہ وہ مالیات اور ٹیکس جمع کرتے تھے جتنا چاہتے تھے لوگوں سے چھین لیتے تھے ۔یہ ایک طبعی بات ہے کہ انسان جس قدر زیادہ ثروت و دولت کا مالک ہو تو اس کی زندگی کا معیار اتنا ہی وسیع اور بلند ہوتا ہے وہ خوراک،لباس اور نمود و نمائش میں بہت زیادہ افراط کرتا ہے۔تعیش کی طرف رجحان نے عرب بدووں کو صحرا نشینی والی خصلتوں سے دور کرکے یوں شہری زندگی کی آسائشوں کا عادی کر دیا کہ وہ تعیش اور تفنن میں روم اور ایران کے بادشاہوں سے بھی سبقت لے گئے۔سب سے پہلے حضرت عمر نے معاویہ کے فاخرہ لباس پر اعتراض کیا اور کہا اے معاویہ! تم نے ایران کے بادشاہ کسری کی مانند لباس پہنا ہے؟[23]

بنی امیہ کے خلفاء پھولوں کے نقش و نگار والے ریشمی لباس پسند کرتے تھے جیسا کہ ہشام بن عبد الملک کے نقش و نگار سے بھرے ہوئے بارہ ہزار ریشمی لباس مشہور ہیں۔اس طرح کی نمود و نمائش اور آسائش پسندی نے مسلمانوں کو رام کر لیا تھا اور یہ چیز مسلمانوں پر پڑنے والی مہلک ترین ضرب تھی۔[24]

---

[22] علی اکبر ولایتی،اسلامی تہذیب و ثقافت۔مترجم معارف اسلام پبلشرز،84۔

[23] عبد الرحمن ابن خلدون،مقدمہ ابن خلدون،198۔

[24] زین العابدین قربانی،علل پیشرفت اسلام وانحطاط مسلمین(تہران،س ن)،89۔

خلاصہ بحث:

عہد بنو امیہ سے قبل اور ان کے بعد کے ادوار میں بیت اللہ کا مقام و مرتبہ اور اس میں کی جانے والی عبادت جیسی روز ازل سے قائم تھی وہی رہی اور قیامت تک ایسے ہی رہے گی۔ خلفائے راشدین کے بعد بنو امیہ کا دور شروع ہوتا ہے، ان کے عہد میں جتنی بھی سازشیں رہیں یا حالات جتنے بھی ابتر رہے، لیکن بیت اللہ میں اللہ کی عبادت ویسے ہی ہوتی رہی جیسے روزِ ازل سے ہوتی رہی تھی۔ امیر معاویہ اعلیٰ درجے کے منتظم اور زبردست سپاہی تھے، انہوں نے بہت سے علاقے فتح کیے۔ ان کے عہد خلافت میں تمام مسلمانانِ عالم متفق و متحد رہے اور آپ کے عہد میں تمدنی و معاشی ترقی کی رفتار بہت تیز رہی۔ عہد بنو امیہ میں بہت سے اہم کام سرانجام پائے جو کہ بعد میں آنے والوں کے لیے بھی کارآمد ثابت ہوئے، جیسا کہ پہلا اقامتی ادارہ قائم ہوا، ڈاک کا مضبوط نظام نافذ ہوا، ہزاروں میل کی سڑکیں تعمیر ہوئیں، شفاخانے اور محتاج خانے بنائے گئے، طب کی تجربہ گاہیں قائم ہوئیں، دارالترجمہ قائم کیے گئے۔ عہد بنو امیہ کا سب سے اہم کارنامہ قرآن حکیم کے نسخوں پر عجمیوں کی سہولت کے لیے اعراب لگائے گئے، الغرض عہد بنو امیہ میں بہت سے فلاحی کام ہوئے۔ عہد بنو امیہ میں جتنی فتوحات ہوئیں اتنی کسی اور دور میں نہیں ہوئیں، اموی دورِ حکومت میں یزید وہ بدبخت آدمی تھا جس نے بیت اللہ پر حملہ کیا، لیکن اس کا انجام بھی عبرتناک ہوا۔ اعہد نبوی ﷺ سے لے کر اب تک چاہے عہد بنو امیہ تھا یا عہد بنو عباس، بیت اللہ کی عبادتی حیثیت قائم رہی اور اسی وجہ سے مسلمانوں میں ثقافتی ترقی بھی ہوئی۔ بیت اللہ وہ واحد مقام ہے جہاں ہمیں ثقافت بھی بالکل واضح نظر آتی ہے۔ یہاں تمام لوگ جمع ہونے کے بعد ایک ہی رنگ کے لباس میں نظر آتے ہیں۔ جہاں پر تمام مسلمان برابر ہو کر حج و عمرہ کرتے ہیں اور اس مقام کی اہمیت قرآن مجید میں بھی بیان کی گئی ہے۔

نتائج

- دورِ بنو امیہ میں تہذیب و ثقافت اور مذہبی گفتگو کا رجحان زیادہ بڑھ گیا۔
- عمر بن عبد العزیز کے دور میں حجاج کرام کو نہ صرف سہولیات کو بلکہ عوام الناس میں حج کی ترغیب کو بھی بڑھایا گیا۔
- تعمیراتی پہلو کے لحاظ سے عبد الملک بن مروان کی خدمات قابلِ ذکر ہیں، جن میں خصوصاً بیت اللہ کو سیلاب سے محفوظ رکھنے کے لیے بند تعمیر کروایا گیا۔
- حج نہ صرف مذہبی ارتقاء کا ضامن ہے بلکہ عرب کی معیشت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ولید بن عبد الملک نے اسلامی سکہ کا اجراء کروایا۔

تجاویز و سفارشات

- ولید بن عبد الملک کے دور میں جس طرح اسلامی سکّے کو رائج کیا گیا اگر عصرِ حاضر میں یا موجودہ معاشی نظام کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اسلامی کرنسی کا اجراء کیا جائے تو اسلامی ممالک بمقابلہ مغربی ممالک سے زیادہ تیزی سے ترقی کریں گے۔
- عصرِ حاضر میں لوگوں میں مذہبی دوری اخلاقی پستی کا سبب بنتی جارہی ہے، بیت اللہ کا سفر نہ صرف انسان میں صبر و تحمل کو پیدا کرتا ہے بلکہ فرد کے اندر اس کے ایمان کو بھی تازہ کرتا ہے اور ان کے لیے اخلاقی اصلاح کا بھی ذریعہ بنتا ہے، اس طرح معاشرہ پُر سکون اور پُر امن رہنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔
- بنو امیہ کے دور میں بیت اللہ کی ہونے والی تعمیر عصرِ حاضر میں اسلامی طرزِ تعمیر کو فروغ دینے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔